حالاتِ حاضرہ

کینیا اور اس کے باشندوں کی قومی تحریک

از
اسرار احمد صاحب آزاد

دوسری عالم گیر جنگ کے بعد دنیا کی تمام محکوم اور نیم محکوم اقوام میں اپنی اقتصادی و معاشی بدحالی کی بدولت قومی آزادی اور خود مختاری کی ضرورت کا جو احساس پیدا ہوا ہے "تاریک براعظم" کے باشندوں کا ذہن بھی اس احساس سے خالی نہیں رہا اور آج براعظم افریقہ کے ایک چھوٹے سے خطے کینیا کے باشندے بھی نہ صرف اپنے وطن کی آزادی اور خود مختاری کی جدوجہد میں مصروف ہیں بلکہ برطانوی مستمرین کے وحشیانہ مظالم کے شکار بھی بنے ہوتے ہیں۔ کینیا براعظم افریقہ کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ افریقہ کے دوسرے بہت سے ملکوں خطوں اور علاقوں کی طرح ہمیں کینیا کے متعلق بھی کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں تھیں لیکن سنہ ۱۹۵۲ء کے آخری چار ماہ میں دفعتہً کینیا نے دنیا بھر کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کر لیا اور ایک بار پھر یہ حقیقت بے نقاب ہو گئی کہ جمہوریت پسندی کے بلند بانگ دعووں کے باوجود برطانوی استعمار پسند کسی محکوم قوم کی خواہشِ حریت خواہی کی پذیرائی کے لئے تیار نہیں۔

عام حالات

کینیا کا رقبہ دو لاکھ پچیس ہزار مربع میل ہے اور اس طرح یہ ملک فرانس سے بڑا واقع ہوا ہے سنہ ۱۹۴۸ء کی مردم شماری کے مطابق کینیا کی مجموعی آبادی ۵۴۰۷۳۰۷۸ افراد پر مشتمل ہے جن میں ۵۲۱۸۲۳۲ حبشی ۹۰۵۲۸ ہندوستانی اور ۲۹۶۶۰ یوروپین شامل ہیں۔ اس ملک کا تقریباً ۳/۵ حصہ نیم ریگستان واقع ہوا ہے اور چونکہ کینیا کا جنوبی ساحلی علاقہ بہت زیادہ زرخیز ہے اس لئے اس ملک کی تمام تر اقتصادی زندگی اسی حصہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

انتظامی اعتبار سے کینیا کا مرکزی شہر نیروبی ہے اور اس شہر کی آبادی ۱۱۹۸۹۴ افراد پر مشتمل ہے نیروبی کے علاوہ ممباسا اور نکورو دو اور بڑے شہر ہیں ممباسا کی آبادی ۸۴۷۴۶ افراد پر مشتمل ہے۔ یہ شہر بندرگاہ

اور صنعتی مرکز بھی ہے اور نیز روکوان یوروپی باشندوں کا مرکز سمجھا جاتا ہے جو کینیا میں زراعت اور باغبانی کرتے ہیں۔

انتظام

انتظامی اعتبار سے کینیا دو حصوں ـــــ علاقہ زیر حمایت اور نوآبادی ـــــ پر منقسم ہے۔ علاقہ زیر حمایت میں دس میل عریض وہ قطعۂ ارض جو ٹانگانیکا کی سرحد سے شروع ہو کر کینیا تک بحر ہند کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلا گیا ہے نیز مجمع الجزائر لاموشامل ہے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں کینیا پر تسلط حاصل کرنے کے لئے برطانیہ اور جرمنی کے مابین تصادم رونما ہوا تھا اور اس تصادم کے نتیجہ میں فریقین کے درمیان ۱۸۹۰ء میں جو معاہدہ ہوا تھا اس کی رو سے برطانیہ نے بحر شمالی میں اپنا مقبوضہ جزیرہ ہیلیگولینڈ جرمنی کے حوالہ کرنے کے علاوہ ٹانگانیکا پر جرمنی کے استحقاق کو بھی تسلیم کر لیا تھا اور جرمنی نے کینیا اور یوگنڈا کو برطانیہ کے لئے چھوڑ دیا تھا اور ۱۹۲۰ء میں برطانیہ نے کینیا کے اس علاقہ کے علاوہ جو سلطان زنجبار کی سلطنت میں شامل سمجھا جاتا تھا باقی ماندہ تمام علاقہ کو نوآبادی قرار دے دیا تھا۔

بہرحال جہاں تک نظم و نسق کا تعلق ہے علاقہ زیر حمایت اور نوآبادی میں کوئی فرق نہیں، دونوں حصّے ایک گورنر کے ماتحت ہیں جسے برطانوی حکومت مقرر کرتی ہے۔ گورنر کی مجلس عاملہ کے اراکین ہی مختلف شعبوں کے انتظام کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ کینیا میں ایک مجلس قانون ساز بھی موجود ہے جس کے کچھ اراکین کو گورنر نامزد کرتا ہے اور باقی ماندہ کو کینیا میں رہنے والے یوروپی باشندے منتخب کرتے ہیں لیکن اس مجلس کے منظور کردہ تمام قوانین کے نفاذ کا معاملہ گورنر کی منظوری پر منحصر ہے۔

اقتصادیات

کینیا ایک زرعی ملک ہے۔ وہاں ایک خاص قسم کا گھاس جس سے رسّے بٹے جاتے ہیں، کافی، چائے، گندم، کپاس، عاقرقرحا، مونگ پھلی اور نیشکر کی کاشت کی جاتی ہے اور چند ایسے کارخانے بھی ہیں جہاں ملک کی زرعی پیداوار غیر ممالک میں بھیجنے کے قابل بنانے کے علاوہ جوتے وغیرہ بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ کینیا میں سونے، تانبے، نمک اور مینگانیز کے ذخائر بھی دریافت ہوئے ہیں لیکن ابھی ان معدنی

ذخائر کو بر آمد کرنے کا کوئی معقول انتظام نہیں کیا گیا۔ مختصر یہ کہ کینیا کے باشندوں کی اقتصادی حالت اچھی نہیں۔

وقت کا اہم ترین مسئلہ

جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا جا چکا ہے کینیا ایک زرعی ملک ہے اور آج اراضی کا مسئلہ ہی اس چھوٹے سے ملک کا اہم ترین مسئلہ بنا ہوا ہے اور اس مسئلہ کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ کینیا کے پچپن لاکھ مقامی باشندوں کے قبضہ میں ۰۰۰۰۰ ۲۷۵ ایکڑ آراضی ہے اور صرف بتیس ۳۲ ہزار برطانوی نو آبادکار ۰۰۰۰۰ ۸۱ ایکڑ بہترین قابل کاشت اراضی پر قابض ہیں۔ یہ ہی نہیں بلکہ بعض برطانوی زمینداروں کے پاس کینیا میں ایک ایک لاکھ سے لے کر ساڑھے تین تین لاکھ ایکڑ زمین موجود ہے۔ کینیا کے مقامی باشندوں کی کاشت کو بعض ایسے مخصوص علاقوں میں محدود کر دیا گیا ہے جہاں بشیتر آراضی ناقابل کاشت ہے "کرائون لینڈ آرڈی ننس" (آراضی سے متعلق شاہی ہنگامی قانون) کی رو سے مقامی لوگوں کو زرخیز علاقوں میں اراضی حاصل کرنے کی اجازت نہیں اور ۱۹۴۸ء سے انھیں ان کی مقبوضہ زرخیز اراضی سے بے دخل کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ کینیا کے مشہور قبیلہ لکیویو کو کم و بیش آٹھ سال قبل جو آراضی دی گئی تھی وہ واپس لے لی گئی ہے۔ ایسی تمام آراضی برطانوی نو آبادکاروں کے حوالہ کر دی جاتی ہے اور ان برطانوی نو آبادکاروں کو مالی امداد دینے کے لئے ایک سرمایہ بھی قایم ہے۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ آراضی سے محروم ہو جانے کے بعد مقامی باشندے برطانوی نو آبادکاروں کے یہاں مزدوری کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ان مقامی باشندوں پر گراں قدر محاصل بھی عائد کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ سال کینیا سے شائع ہونے والے برطانوی اخبار "ایسٹ افریکن اسٹینڈرڈ" نے لکھا تھا کہ ——— ہمارا خیال ہے کہ مقامی باشندوں پر گراں قدر محاصل عاید کرنے کے بعد ہی انھیں (ذاتی کاشت) چھوڑنے اور مزدوری کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے مقامی باشندوں کے مصارف زندگی کو بڑھانے کا یہی ایک طریقہ ہے اور جیسا کہ اس سے پہلے توجہ دلائی جا چکی ہے اسی بات پر مزدوروں

کے زیادہ سے زیادہ ملنے اور انھیں کم از کم اجرت دئے جانے کے مسئلہ کا انحصار ہے ——— اور ان مزدوروں کو جو اجرت دی جاتی ہے وہ عام حالات میں ۹ شلنگ سے ۱۸ شلنگ ماہوار تک اور خاص حالات میں دو پاؤنڈ ماہوار سے زیادہ نہیں ہوتی۔

مقامی باشندے اپنی مخصوص بستیوں میں رہتے ہیں، نرسلوں، پھوس اور مٹی سے بنے ہوئے ان کے جھونپڑے تاریک اور مرطوب ہوتے ہیں۔ ان کی بستیاں متعدی امراض کا گہوارہ بنی رہتی ہیں، تپ دق کا مرض عام ہے اور ان بستیوں کی کم و بیش ۱۳ فی صد آبادی ملیریا میں مبتلا رہتی ہے اور ۳۰ فی صد بچوں کے لئے ابتدائی تعلیم کا بھی کوئی انتظام نہیں۔

سیاسی حقوق؟

کینیا کے مقامی باشندے سیاسی حقوق سے محروم ہیں اور اگرچہ ملک کی مجلس قانون ساز میں ان کے چار نمائندے ہوتے ہیں لیکن انھیں ان کی رائے سے منتخب نہیں کیا جاتا بلکہ گورنر مقرر کرتا ہے پھر وہاں رنگ اور نسل کے امتیاز کو بھی کام میں لایا جاتا ہے۔ برطانوی حکام مقامی باشندوں سے ہر وقت بے گار لے سکتے ہیں اور انھیں ان کی مرضی کے خلاف محنت کرنے کے لئے ملک سے باہر بھی بھیج سکتے ہیں، چنانچہ جنوری ۱۹۵۲ء میں جب مصری مزدوروں نے نہر سوئز کے علاقہ میں برطانیہ کے لئے کام کرنے سے انکار کر دیا تھا تو کینیا کے باشندوں کو جبراً نہر سوئز کے علاقہ میں کام کرنے کے لئے بھیج دیا گیا تھا۔

آزادی کی تحریک

کینیا میں برطانوی مستعمرین تحصیل بالجبر کی جس حکمت عملی پر کاربند رہے ہیں کینیا کے باشندوں نے کسی مرحلہ میں بھی اسے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا اور اگرچہ یہاں اس جد و جہد کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ممکن نہیں جس میں کینیا کے باشندے موجودہ صدی کے شروع ہی سے مصروف رہے ہیں۔ لیکن ۱۹۲۳ء سے ۱۹۴۷ء تک کینیا میں برطانوی حکمت عملی کے خلاف بطور احتجاج چار مرتبہ جو زبردست ہڑتالیں ہو چکی ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ کینیا کے باشندے کسی زمانہ میں بھی برطانوی حکمت عملی سے مطمئن نہیں ہو سکے۔

بہر حال دوسری عالمگیر جنگ کے زمانہ سے کینیا کے باشندوں کی تحریکِ آزادی میں شدت اور وسعت پیدا ہوتی جارہی ہے اور اس تحریک کی قیادت کینیا کے باشندوں کی انجمن ـــــ کینیا افریکن یونین ـــــ کررہی ہے۔ اور اگرچہ اس انجمن کی زمامِ قیادت اعتدال پسندوں کے ہاتھوں میں ہے لیکن اس کے لائحہ عمل میں ـــــ اس سرمایہ سے جو انگریز نوآبادکاروں کی امداد کے لئے محفوظ کرلیا گیا ہے نیگرو کاشتکاروں کے لئے زمین حاصل کرنا، مزدوروں کے لئے مناسب اجرتیں متعین کرانا، ٹریڈ یونینوں کی تنظیم کا حق حاصل کرنا، متشددانہ قوانین کو منسوخ کرانا، مجلس قانون ساز میں نیگرو باشندوں کی نمائندگی میں اضافہ کرانا، بچوں کی تعلیم کا انتظام کرانا اور مقامی باشندوں کی صحت کی طرف سے حکومت کے محکمۂ صحت کی موجودہ مجرمانہ غفلت کو دور کرانا، ایسے امور شامل ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ مذکورہ بالا مطالبات میں کینیا افریکن یونین کو عوام کی کامل تائید اور حمایت حاصل ہے۔ یہ انجمن ابتدا ہی سے قانون کی حدود میں رہ کر حصولِ مقاصد کی جدوجہد کرتی رہی ہے لیکن اس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئی ہیں۔

"ماؤ ماؤ"

کینیا کے باشندے کم وبیش گذشتہ پچیس سال سے برطانوی حکومت کو اپنی خستہ حالی کی طرف توجہ دلاکر اصلاحِ حالات کا جو مطالبہ کرتے رہے ہیں اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا لیکن آج جبکہ ہر چھوٹی سے چھوٹی قوم میں بھی غلامی کی ذلتوں اور مشکلات نیز آزادی اور خودمختاری کی برکتوں کا احساس بیدار ہوگیا ہے برطانوی مستعمرین کو بجا طور پر اس بات کا اندیشہ لاحق ہونا چاہئے تھا کہ کہیں کینیا کے باشندوں کی موجودہ جدوجہد کینیا کی کامل آزادی کی جدوجہد میں تبدیل نہ ہوجائے اور اسی اندیشہ کے ماتحت انھوں نے کینیا کے باشندوں کی قومی تحریک کو نابود کردینے کے لئے ظلم اور تشدد کے وہ طریقے اختیار کر رکھے ہیں جن کے تصور ہی سے بدن پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔

کینیا میں برطانوی استعمار پسندوں نے مظالم کا سلسلہ سال گذشتہ کے اواخر میں شروع کیا تھا اور جیسا کہ عام دستور ہے جبر وتشدد کے مظاہرہ سے چند ماہ قبل برطانوی اخبارات میں کینیا کے دہشت پسندوں کی سرگرمیوں کی اطلاعات شائع ہونے لگی تھیں لیکن اسی زمانہ میں کینیا کے شعبۂ انصاف اور امن کے ذمہ دار رکن

نے کینیا کی مجلس قانون ساز کے روبرو اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ —— گذشتہ پانچ سال کی مدت میں کوئی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا جسے جرائم کی فہرست میں اضافہ قرار دیا جا سکے۔ اس کے باوجود یہ بات فرض کر لی گئی کہ —— کینیا کے باشندے کینیا میں مقیم تمام یورپی باشندوں کو ملک سے نکال دینا چاہتے ہیں اور دہشت خیز افراد کی ایک خفیہ جماعت "ماؤ ماؤ" اس مقصد کو تشدد اور خونریزی کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہتی ہے اور اسی مفروضہ کی بناء پر ستمبر ۱۹۵۲ء میں چند ایسے قوانین مرتب اور منظور کئے گئے جن کی بدولت کینیا کی تمام سیاسی جماعتیں خلاف قانون جماعتیں قرار دی گئیں اور "کینیا افریکن یونین" کے تمام رہنماؤں اور کارکنوں کو قیدخانوں میں بند کر دیا گیا۔ اور یہ صورت حالات اس وقت تک قایم ہے۔

"کی کو یو قبیلہ"

برطانوی نوآبادیات خواہوں کے ہاتھوں سے کی کو یو قبیلہ کو جو عظیم نقصان پہنچا ہے اس کا اندازہ کرنا بھی دشوار امر ہے۔ یہ قبیلہ کم و بیش دس لاکھ افراد پر مشتمل تھا اور اراضی سے بے دخلی کی بدولت چونکہ اسی قبیلہ کو سب سے زیادہ خسارہ بھی برداشت کرنا پڑا تھا اس لئے آراضی کی صحیح تقسیم کے مطالبہ میں اسی قبیلہ کے افراد ہی پیش پیش بھی نظر آتے تھے۔ چنانچہ کینیا کی سیاسی جماعتوں کو منتشر کرنے کے بعد برطانوی حکام نے تقریباً اس تمام قبیلہ کو "ماؤ ماؤ" کے ساتھ وابستہ قرار دے کر اس قبیلہ کے ہزارہا افراد کو گرفتار کر لیا۔ اور جو لوگ خوفزدہ ہو کر جنگلوں میں جا چھپنے پر مجبور ہو گئے ان کی ہر چیز پر حکومت نے قبضہ کر لیا۔ ان کی بستیوں کو تباہ کر دیا گیا اور قبیلہ کے ممتاز افراد کو بیس بیس سال کے لئے قیدخانوں میں بند کر دیا گیا۔

وحشت و بربریت کے یہ تمام مظاہرے مسٹر چرچل کی حکومت کی طرف سے کئے گئے ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ برطانیہ کے سوشلسٹ رہنما مسٹر ایٹلی نے بھی اس حکمت عملی کی تائید کی ہے۔ بہرحال ان تمام مظالم کے باوجود کینیا کے باشندوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے ان کی جدوجہد جاری ہے لیکن کینیا کی قومی تحریک کے سلسلہ میں دنیا کی آزاد قوموں پر بھی ایک ذمہ داری عاید ہوتی ہے اور اگرچہ بظاہر وہ ذمہ داری کینیا کے باشندوں کی جدوجہد کی تائید اور حمایت کے بعد ختم ہو جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک دنیا کی آزاد اقوام اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین نہ کرلیں کہ مغربی جمہوریت کی علمبردار جو اقوام آج بھی کمزور اور چھوٹی قوموں کو محکوم بنائے رکھنے کے لئے ہر قسم کے مظالم برپا کر سکتی ہیں ان کی رہنمائی میں اقوام عالم کی سیاسی معاشی اور اقتصادی نجات ممکن نہیں ہو سکتی اس وقت تک نہ تو کینیا کی قومی تحریک کی حمایت ہی مفید ہو سکتی ہے اور نہ اس قسم کے مظالم کا خاتمہ ہو سکتا ہے